وعدہ پورا کرنا، مومن کی شان ہے!

پروفیسر ظفرالاسلام اصلاحی

ارشادِ الٰہی ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿٣٤﴾ (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۴) اور وعدہ کو پورا کرو، بے شک وعدہ کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔

انسان اللہ ربّ العزت سے عہد کرتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے سے بھی قول وقرار کرتا ہے، یعنی ایفاے عہد کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہے۔ بلاشبہہ دینِ برحق دونوں حقوق کی ادایگی سے عبارت ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اس آیت میں جس عہد یا وعدہ کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔ قرآن کریم میں دونوں عہد کے پورا کرنے کی بار بار تاکید بھی ہے۔ مذکورہ بالا آیت سے نامور سیرت نگار مولانا سید سلیمان ندویؒ کا اخذ کردہ یہ نکتہ لائقِ توجہ ہے کہ ''جس کی باز پرس خدا فرمائے اس کی اہمیت کتنی بڑی ہوگی'' (سیرۃ النبیؐ، دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ج۶، ص ۳۹۵)۔

یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ قرآن میں وعدہ کے لیے مختلف الفاظ (عہد، میثاق، وعد، موعد) استعمال ہوئے ہیں، لیکن ان میں سب سے جامع لفظ 'عہد' ہے، جس میں دیگر الفاظ کے مفہوم شامل ہیں۔ قرآن کریم میں عہد یا وعدہ کو پورا کرنے کی جو ہدایت دی گئی ہے اس میں وہ عہد شامل ہے جو فطری طور پر اللہ اور انسان کے مابین قرار پاتا ہے۔ وہ عہد بھی شامل ہے، جو اللہ بندے سے لیتا ہے۔ وہ وعدہ بھی جو بندہ اللہ سے کرتا ہے اور وہ قول وقرار بھی اس میں آتے ہیں، جو اللہ کے بندوں کے مابین ہوتے ہیں۔ قرآن میں یہ سب وعدے یاد دلائے گئے ہیں۔

● **وعدہ کا جامع مفہوم:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۲ (الانعام۶:۱۵۲) ''اور اللہ کا وعدہ پورا کرو، اس نے اس کی تم سب کو نصیحت کی ہے تاکہ یاد کرلو'۔ صاحبِ تفہیم القرآن اس آیت کی تشریح میں تحریر فرماتے ہے:

''اللہ کے عہدٗ سے مراد وہ عہد بھی ہے جو انسان اپنے خدا سے کرے، اور وہ بھی جو خدا کا نام لے کر بندوں سے کرے، اور وہ بھی جو انسان اور خدا اور انسان اور انسان کے درمیان اسی وقت آپ سے آپ بندھ جاتا ہے جس وقت ایک شخص خدا کی زمین میں ایک انسانی سوسائٹی کے اندر پیدا ہوتا ہے'' (تفہیم القرآن، ج۱،ص۶۰۰)۔

ان سب سے یہ واضح ہوا کہ قرآن کی رُو سے عہد یا وعدہ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ عام طور پر لوگ عہد سے مراد صرف وہ قول وقرار لیتے ہیں جو معاملات طے کرتے، بالخصوص مالی معاملہ کے وقت کیا جاتا ہے، جب کہ وسیع مفہوم میں اس کا اطلاق مذہب، اخلاق، معاشرت، معیشت اور عام معاملات کی ان تمام صورتوں پر ہوتا ہے جن کا پابند رہنا شرعی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے فرض کے برابر ہے۔

اللہ ربّ العزت سے کیے گئے وعدہ کی اہمیت اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ قرآن وعدہ کرنے والوں کو اس سے متنبہ کرتا ہے کہ اسے بہرحال پورا کرنا ہے، ورنہ اس سے متعلق باز پُرس سے بچ نہیں سکتے۔ منافقین کو دین کی خاطر قربانی کے لیے ان کے وعدے کو یاد دلاتے ہوئے قرآن انھیں اس طور پر متنبہ کرتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ (الاحزاب۳۳:۱۵) اور اس سے قبل انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ [مخالفین سے جنگ میں] پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے کیے گئے عہد کے بارے میں باز پرس تو ہونی ہی تھی۔

قرآن میں اُس عہد یا وعدے کو پورا کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے جو انسان اللہ کا نام لے کر کرتا ہے اور اس پر قسمیں کھا کر اسے پختہ کرتا ہے۔ ایسے عہد کو نہ توڑنے کی خصوصی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ

عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۹۱﴾ (النحل۱۶:۹۱) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو، جب کہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو، جب کہ تم اللہ کو اپنے اُوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جو وعدے (خاص طور سے مالی معاملات سے متعلق) کرتے ہیں ان کی پابندی کی ہدایات کے ضمن میں عام طور پر اس آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ (المائدۃ ۵:۱) ''اے اہلِ ایمان قول وقرار پورا کرو''۔ بعض مفسرین نے 'عقود' میں روزمرّہ زندگی سے متعلق شریعت کے تمام اصول وضوابط کو شامل کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ شریعتِ الٰہی کا ہر ضابطہ (اللہ پر ایمان لانے کے بعد) ایک طرح سے صاحبِ ایمان کا اللہ سے معاہدہ ہوتا ہے اس کو پورا کرنے اور اس کو کسی بھی حالت میں نہ توڑنے کا۔ اور آیت میں دراصل اسی قول وقرار کی پابندی کی ہدایت دی گئی ہے جو شریعت کو قبول کرنے والا اللہ سے کرتا ہے (تفہیم القرآن، ج۱، ص ۴۳۷)۔

ایفاے وعدہ اہلِ ایمان کی شناخت ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنینِ صادقین یا اپنے مخلص بندوں کی امتیازی خصوصیات میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے وعدے کو پورا کرنے والے ہیں:

الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ الۡمِيۡثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ (الرعد۱۳:۲۰-۲۱) اور وہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑتے نہیں۔ اور ان کی یہ روش ہوتی ہے کہ اللہ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انھیں جوڑتے ہیں۔

ان آیات کے حوالے سے مولانا سید سلیمان ندویؒ نے یہ واضح کیا ہے کہ پہلے عہد کا تعلق اللہ سے کیے گئے وعدے سے ہے، جب کہ دوسرے کا ان وعدوں سے جو اہلِ قرابت آپس میں فطری طور پر کرتے ہیں (سیرۃ النبیؐ، ج۶،ص ۲۹۸)۔ قرآن میں اللہ کے مومن بندوں کی شان یہ بتائی گئی ہے: وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ (البقرہ۲:۱۷۷) ''اور جب وہ عہد کریں تو اسے پورا کریں''۔ اسی طرح اللہ کی بندگی بجالانے میں سرگرم رہنے والوں کا ایک امتیاز یہ

بھی بیان کیا گیا ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المعارج ۷۰: ۳۲) ''اور جو اپنی امانتوں کی حفاظت کرنے والے اور اپنے عہد کا پاس ولحاظ کرنے والے ہیں''۔ مزید برآں مومنین صادقین کا ایک وصفِ خاص یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے وعدے کو سچ کر دکھاتے ہیں، جیسا کہ یہ آیت بتارہی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب ۳۳: ۲۳) ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

● **وعدہ خلافی، جھوٹ اور منافقت:** یہاں یہ پیشِ نظر رہے کہ قرآن و حدیث دونوں میں اہلِ ایمان کے مطلوبہ اوصاف میں ایفاے وعدہ اور امانت داری دونوں خوبیاں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں بہت گہرا تعلق ہے، یعنی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ اس کے برخلاف عہدشکنی کرنے والوں کو مفسد قرار دیتے ہوئے ان کے انجامِ بد سے اس طور پر انھیں متنبہ کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (الرعد ۱۳: ۲۵) جو اللہ سے کیے گئے عہد کو اسے مضبوط باندھ دینے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے [آخرت میں] بدترین گھر ہے۔

ان آیات سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ سے کیے گئے عہد کو توڑنا انتہائی سنگین جرم ہے اور بار بار اس جرم کو کرنے والے خیر کی قبولیت کی صلاحیت سے محروم اور رحمتِ الٰہی سے دُور کر دیے جاتے ہیں اور آخرت میں ان کا جو بدترین انجام ہوگا وہ علیحدہ ہے۔

قرآن سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ وعدہ خلافی و کذب دونوں برائیاں ساتھ ساتھ

چلتی ہیں۔ دونوں کا نفاق سے بہت گہرا تعلق ہے۔ دونوں کو نفاق کی واضح علامت قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں منافقین کو کاذبین و مفسدین کہا گیا ہے (البقرۃ ۲:۱۱-۱۲، ۲۷، الرعد ۱۳:۲۵، المنافقون ۶۳:۱) اور اس سے بھی باخبر کیا گیا ہے کہ کاذب وعہد شکن کا وہی انجام ہوتا ہے جو منافقین کے لیے مقدر ہے (النساء ۴: ۱۴۰، ۱۴۵)۔ مزید یہ کہ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ عہد شکنی و وعدہ خلافی سے دل میں نفاق کی پرورش ہوتی ہے اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے ذکر میں جنھوں نے اللہ سے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ اگر اللہ کے فضل و کرم سے انھیں مال نصیب ہوا تو وہ صدقہ وخیرات کریں گے، لیکن مال ملنے کے بعد وہ اس وعدہ کو بھول گئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝ (التوبۃ ۹: ۷۷) نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اس بدعہدی کی وجہ سے جو انھوں نے اللہ کے ساتھ کی اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو بولتے رہے، اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا جو اس کے حضور ان کی پیشی تک پیچھا نہ چھوڑے گا۔

نفاق کی علامات کے بارے میں یہ حدیث بہت مشہور ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کا قلب نفاق کا مسکن بن جائے اس کا انجام بڑا تباہ کن ہوگا۔

دیگر متعدد احادیث میں بھی وعدہ پورا کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور وعدہ خلافی کو سخت گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی یہ روایت بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو: لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ، ''اس کا دین دین نہیں جسے عہد کا پاس ولحاظ نہ ہو'' (احمد ابن حسین البیہقی، السنن الکبریٰ، الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ج۶، ص ۴۷۱)۔

ایک حدیث کے مطابق ایفاے وعدہ ان خصوصی اوصاف میں شامل ہے جن سے مزین ہونے والوں کو جنت نصیب ہونے کی ضمانت دی گئی ہے۔ حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے چھے چیزوں (کے پورا کرنے) کا ذمہ لے لو تو میں تمھارے لیے جنت کا ذمہ لیتا ہوں: اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ (مسند احمد، سند الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامت، حدیث:۲۲۱۶۶) ان چھے باتوں میں سے اولین دو کا تعلق سچ بولنے اور وعدہ پورا کرنے سے ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص اللہ کا نام لے کر عہد کرے اور پھر اسے توڑ دے تو وہ ایک حدیثِ قدسی میں مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان تین افراد میں شامل ہوگا جن کے خلاف روزِ قیامت خود اللہ تعالیٰ خصم (فریقِ مقدمہ) بنیں گے۔ حدیث کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو:

> عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ (بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حُرًا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن خصم بنوں گا [یعنی ان کے خلاف مقدمہ کھڑا کروں گا]۔ ان میں ایک وہ ہے جس نے میرا واسطہ دے کر کوئی معاہدہ کیا اور پھر اسے توڑ دیا۔

حقیقت یہ کہ ایفاے عہد کے باب میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ مثالی رہا ہے۔ آپؐ پوری زندگی سچائی، ایفاے عہد اور امانت داری کا مظاہرہ بلا کسی امتیاز سب کے ساتھ کرتے رہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم فوجیوں کی تعداد میں کمی گوارا کرلی، لیکن کفارِ مکہ (جنھوں نے دو صحابیوں کو پکڑنے کے بعد اس شرط پر رہا کیا تھا کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد جنگ میں شریک نہ ہوں گے) سے کیے گئے وعدے کو توڑنا گوارا نہ کیا۔ ان دونوں صحابہؓ کو غزوہ میں شرکت کی اجازت نہ دی اور یہ کہہ کر انھیں واپس بھیج دیا کہ ہم کو صرف اللہ کی مدد درکار ہے (سیرۃ النبیؐ، ج ۲،ص ۲۷۷)۔

بلا شبہہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قیمتی سبق ملتا ہے کہ قول و قرار کی پابندی اور وفاے عہد مومن کی شان ہوتی ہے، جس سے وہ کسی قیمت پر دستبردار ہونا گوارا نہیں کرتا (سیرۃ النبیؐ،

ج ۲،ص ۲۷۶، ۲۷۷، ج ۶،ص ۳۹۹، ۴۰۰)۔

● **وعدہ خلافی اور معاشرتی مسائل:** ان تفصیلات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کی نظر میں عہد کا پاس ولحاظ رکھنے اور وعدہ پورا کرنے کی بڑی اہمیت ہے اور یہ کہ عہد شکنی یا وعدہ خلافی ایک سنگین جرم یا بڑے گناہ کا کام ہے۔ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ اللہ کے بندوں سے کیے گئے وعدے یا قول وقرار کی خلاف ورزی کا معاملہ اس پہلو سے بھی سنگین ہوجاتا ہے کہ یہ معاملہ حکمِ الٰہی کی سرتابی کے ساتھ اللہ کے بندوں کے لیے باعثِ زحمت وموجبِ تکلیف ہوتا ہے۔ قرآن کا یہ صاف اعلان ہے کہ اللہ ہرگز ایسے کام کو پسند نہیں فرماتا جس سے اس کے بندوں کو تکلیف پہنچتی ہے یا ان کے لیے ذہنی اذیت کا باعث بنتا ہے۔

ان سب ہدایات وتعلیمات کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ موجودہ معاشرے میں جو خرابیاں در آئی ہیں ان میں وعدہ خلافی نے ایک عام برائی کی شکل اختیار کرلی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اسے برائی بھی نہیں سمجھتے۔ لوگوں کے ذہنوں سے ایفاے وعدہ کی اہمیت نکلتی جارہی ہے۔ وعدہ خلافی کو بہت معمولی گناہ سمجھا جاتا ہے اور یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے لیے آخرت میں جواب دہ ہونا پڑے گا، جب کہ قرآن میں بہت واضح طور پر خبردار کیا گیا ہے کہ عہد اور وعدے کی بابت باز پُرس ہوگی۔ یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ وعدہ خلافی خود برائی ہے اور بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہے جن میں غلط بیانی، کذب، حقیقی صورتِ حال پر پردہ پوشی، منافقانہ رویہ وغیرہ شامل ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلسل وعدہ خلافی کرنے والے اپنی کوتاہی کو چھپانے کے لیے ایسی ایسی ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہیں کہ بس اللہ کی پناہ۔ بلاشبہہ وعدہ خلافی ان لوگوں کے لیے بھی وبال کا باعث بنتی ہے جو اس بُرائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ جب بار بار کسی سے وعدہ خلافی ہوتی ہے تو ایسے شخص کا اعتبار اٹھ جاتا ہے یا وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے اور یہ یقیناً بہت بڑی دولت سے ہاتھ دھونا ہے۔ دوسرے کسی کام کے لیے وعدہ خلافی کرنے پر بعض اوقات اسی کام کے لیے بار بار دوڑنا پڑتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وعدہ خلافی کی وجہ سے ایک بار وہ کام ٹل گیا تو پھر دوبارہ ہو ہی نہیں پاتا جس کے لیے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس صورتِ حال میں اصحابِ معاملہ کا وقت ضائع ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے انھیں جو ذہنی کوفت ہوتی ہے وہ علیحدہ ہے۔

وعدہ خلافی کی وجہ سے سامنے آنے والی ان تکلیف دہ باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وعدہ خوب سوچ سمجھ کر کیا جائے اور کسی سے ایسا وعدہ نہ کیا جائے جسے پورا نہ کیا جاسکے یا جس کا پورا کرنا انتہائی مشکل ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی آپؐ کا یہ ارشاد گرامی حکمت سے معمور ہے کہ اپنے بھائی سے ایسا وعدہ نہ کرو جسے تم پورا نہ کرسکو (وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ ، جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی المراء)۔ وعدہ خلافی کی وجہ سے پیش آنے والی زحمتوں اور پریشانیوں سے بچنے بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی وجہ سے وعدہ پورا نہ ہوسکے یا پورا نہ ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں صاحبِ معاملہ (یعنی جس سے کوئی وعدہ کیا گیا ہے) کو اس سے باخبر کردیا جائے اور اگر وقت ہے تو بہتر ہوگا کہ اس کی پیشگی اطلاع دی جائے۔

● **ایفائے عہد کی برکات:** دوسری جانب اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ ایفاے وعدہ بہت سے فیوض و برکات کا وسیلہ بنتا ہے۔ اول یہ کہ یہ دونوں اصحابِ معاملہ کے لیے نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وعدہ پورا کرنے والے کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور اس سے صاحبِ معاملہ کو بھی سہولت و راحت ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرنے والا وقت کے ضیاع سے خود محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس میں کیا شبہہ ہے کہ جو کام وقت پر انجام پا جاتا ہے وہ دونوں فریقِ معاملہ کے لیے وجہِ مسرت ہوتا ہے۔ تیسرے اس وصف کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے اعتماد قائم ہوتا ہے، یعنی وعدے کا پکّا قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس سے معاملہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ بلاخوف وخطر اس سے معاملات طے کرتے یا لین دین کرتے ہیں۔

سورۃ المعارج کی آیت ۳۲ کے حوالے سے اہلِ ایمان کے اوصاف میں 'ایفاے وعدہ' کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے اس وصف کے فضائل و برکات میں یہ رقم فرمایا ہے: ''اس طرح آدمی کو اطمینان ہو کہ اس کے ساتھ وعدہ خلافی نہ ہوگی، جو عہد و پیمان ہوا ہے وہ لازماً پورا ہوگا، تو وہ بےخوف وخطر معاملہ کرسکتا اور آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس سے پورے معاشرے میں امن وسکون کا ماحول ہوگا اور ترقی کی راہیں کھلیں گی'' (راہیں کھلتی ہیں، ۲۰۱۷ء، ص ۸۱)۔

● **وعدہ اور احساسِ جواب دہی:** رہا یہ مسئلہ کہ اللہ کے بندوں میں یہ صفت کیسے پرورش

پاتی ہے؟ قرآن کریم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ خوبی تقویٰ کے اثر سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو عہد کو پورا کرتے ہیں اور معاہدے کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، انھیں متقین سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انھیں اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے (التوبۃ۹: ۴، ۷)۔ بلاشبہہ اللہ ربّ العزت کی نگاہ میں محبوبیت کا مقام پالینا بہت بڑا شرف وفضل ہے جو اللہ کے رحم وکرم سے عہد یا وعدہ کی حرمت وتقدس کا پاس ولحاظ رکھنے والوں کو عطا ہوتا ہے۔ بلاشبہہ وہی شخص وعدہ پورا کرنے کا خوگر ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور روزِ جزا اس کے حضور حاضری و بازپُرس کا احساس تازہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا دل وعدہ کی خلاف ورزی کے خیال سے ہی کانپ اٹھتا ہے، چاہے کچھ بھی ہوجائے وہ وعدہ پورا کرکے رہتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وعدہ پورا کرنے میں بڑی سخت آزمایشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ وقت کی قربانی ہے، اپنے ذاتی تقاضوں کو تیاگ دینا ہے ،دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھنا ہے اور اپنے نقصانات کو گوارا کرنا ہے۔ اس کٹھن آزمایش سے وہی مومن کامیابی کے ساتھ نکل سکتا ہے، جس کا دل تقویٰ کا مَسکن بن جائے اور جس پر اللہ ربّ العزت کے سامنے حاضری اور جواب دہی کا احساس غالب رہے۔

مختصر یہ کہ وعدہ پورا کرنا اہلِ ایمان کا امتیازی وصف ہے۔ اس سے ان کی شناخت بنتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وعدہ خلافی مومن کی شان کے خلاف ہے۔ عہد یا وعدہ کسی سے کیا جائے، اس کا پورا کرنا بلاشبہہ قرآن وحدیث کی رُو سے لازمی ہے۔ اس کی خلاف ورزی ایک بدترین خصلت ہے اور عنداللہ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ یہ برائی دنیا میں موجبِ وبال ہے اور آخرت میں وجہِ خسران اور باعثِ ذلت ورسوائی ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ہم سب کو ایفاے وعدہ کی صفت سے متصف فرمائے اور ہمیں ان تمام باتوں و کاموں سے دور رہنے کی توفیق عنایت کرے، جو اس کی ناپسندیدگی و ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، آمین ثم آمین!